کہانی کے کردار!

محمد یاسر حبیب

myasirhabib@hotmail.com

فلسفۂ کائنات بھی کتنا عجیب ہے بدلتے موسموں اور گذرتے لمحوں کے اس سفر میں کل تک جو رہزن تھے آج وہی رہبر بن کر وقت کے اس بہتے دھارے میں چلنے والوں کا سودا کر رہے ہیں، بکنے والے کل بھی بن داموں بک رہے تھے اور آج بھی یوسف کنعاں اسی بازار مصر میں ارزاں فروخت ہو رہے ہیں کیا ہوا جو ادوار بدل گئے بیچنے والے کل بھی انسان کا روپ دھارے اسی بیوپار میں مصروف تجارت تھے اور آج بھی یہ بازار سجتا ہے، اطوار بدل گئے تو کیا ہوا، اغیار تو آج بھی وہی ہیں۔

یہ داستان کوئی الف لیلوی داستان نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے، کہتے ہیں کہانیاں کبھی پرانی نہیں ہوتیں نسلیں جوان ہو جاتی ہیں لیکن کہانی کے کردار اسی ایک موڑ دم سادھے کھڑے ملتے ہیں، یہ کہانی ہے اس وطن کی جس کو وجود ملتے ملتے لاکھوں زندگیاں خاک میں ملیامیٹ ہو گئیں تھیں، سروں کی کٹتی فصلیں اور پاک اجسام سے بہنے والے خون کی ندیاں بھی جب کسی قوم کو کوئی مقصد نہ دے سکیں تو پھر کسی لیڈر یا راھنما میں وہ طاقت نہیں کہ وہ بگڑتے کھیل کو سنوار سکے یا پھر اجڑی ہوئی تقدیروں کے ماتھے پر فتح یابی کا سہرا سجا سکے، کوئی چاہے کچھ بھی کہے لیکن وہ زوال کو عروج میں نہیں بدل سکتا، جانے والوں کو یاد رکھنے کے لیے جگہوں کے نام تبدیل کرنے کے فیصلے تو صرف اس سمندری جھاگ کی طرح ہیں جو بڑھتی لہروں کی عنایت ہوتے ہیں لہریں جب واپس پلٹتی ہیں تو اس جھاگ کا غرور بھی ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔

وطن کی اس کہانی میں آج تک جو کردار بھی آیا اس کے جانے کی خوشی اس کے آنے سے کہیں زیادہ ہوئی، کیوں کہ اس نے محبتوں کے حصول کے بجائے نفرتوں کو پروان چڑھا کر وقتی فوائد حاصل کیے اور پھر کاتب تقدیر نے اس کے کرتوتوں کے عوض اسے اوج ثریا سے پاتال کی گہرائیوں میں لا پھینکا، کون ہے جو یہ دعوی کر سکے کہ آئینہ سامنے آنے پر بھی اسے ندامت نہیں ہوتی، کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ رات کے اس پہر جب لوگ محو استراحت ہوتے ہیں تو کوئی ایک ہاتھ بھی اس کے حق میں دست دعا ہوتا ہے، کردار تو وہ ہوتے ہیں جو کہانی میں مرتے مرتے بھی سماعتوں کی دہلیز پھلانگ کر سامعین کے دلوں کے ایک سحر میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سحر کے زیر اثر آ کر سامع کی آنکھ بھی بھر آتی ہے، اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سامنے والے سے نظریں چرا کر آہستگی سے ان آنسوؤں کو مٹا دیتا ہے، وطن کی اس کہانی میں گذرتے وقت نے بہت سے کرداروں کو یہ موقع فراہم کیا لیکن کوئی بھی کردار اس معیار پر پورا نہ اتر سکا۔

ایک روایت سی چل پڑی ہے ہر نیا آنے والا اپنے سے پہلے والے کو گالی دے کر مطمئن ہو جاتا ہے اور پھر سے وہی تاریخ کسی نئے انداز سے دہرائی جاتی ہے، یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ ہمارے یہاں بھی چہرے تبدیل ہوتے ہیں لیکن پالیسیاں وہی رہتی ہیں، وہ لوگ جو ملک کے لیے کچھ کرنے کا عزم صحیح معنوں میں رکھتے تھے انہیں طاغوتی قوتوں نے یا تو راستے سے ہٹا دیا، یا پھر انہیں وطن کے لیے کچھ کرنے نہیں دیا، حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، عوام مہنگائی کے شکنجے میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ اسے کچھ اور سوجھتا ہی نہیں، اس ملک میں مسائل کا انبار ہے، حکمران یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان تمام مسائل سے چھٹکارا پالیں گے لیکن عمل ناپید ہے جس کی وجہ سے آنے والا ہر دن ملک کو پیچھے کی جانب دھکیل رہا ہے۔

ہر دن کوئی نیا بحران پیدا ہو رہا ہے، اس میں قصور کس کا ہے؟ اس کا تعین کون کرے گا یہ کسی کا درِ دسر نہیں، جب تک اس ملک میں ایک ڈکٹیٹر قابض تھا اس وقت تک ہر جمہوری حکمران ایک ہی راگ الاپتا پھر رہا تھا کہ تمام مسائل کی جڑ ایک فرد واحد ہے اسی فردِ واحد کو لے کر جمہوری قوتوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، عوام کو بھی لگا کہ واقعی ڈکٹیٹر شپ اس ملک کو لے ڈوبے گی چنانچہ انتخابات میں عوام نے جمہوری طاقتوں کا ساتھ دیا اور انہیں کامیاب کرایا، جمہوری قوتوں نے بھی آ کر سو دنوں کا پروگرام ترتیب دیا لوگ خوش تھے کہ سو دن کے اندر اس ملک کی تقدیر سنور جائے گی یا کم سے کم حالات میں کچھ نا کچھ بہتری ضرور آئے گی، ان سو دنوں کو پورے ہوئے بھی سو دن گزر گئے لیکن ہوا کیا، یہی کہ وہ عوام جو کل تک کھینچ تان کر کسی نا کسی طرح گزارا کر رہے تھے آج وہ گزارا بھی مشکل ہو چکا ہے۔

اسے آپ جمہوریت کا تحفہ کہئے یا پھر کچھ بھی محض چہروں کی تبدیلی ہوئی ہے، ایک عام آدمی کو ڈکٹیٹر شپ یا جمہوریت سے کوئی سروکار نہیں، پچھلے دنوں اخبارات میں پیپلز پارٹی کے ذمہ دار کا بیان پڑھا جس میں انہوں نے اپنے کارناموں کا تفصیلی ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے ثابت کر دیا کہ عوام نے جو ہم پر اعتماد کیا تھا اس میں ہم پورا اترے، لیکن پتہ نہیں کیوں مجھ جیسے ایسے کتنے ناعقبت اندیش لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ بیان جاری کرنا بڑا آسان ہے لیکن عملی طور پر کوئی قدم اٹھانا نہایت مشکل ہے وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تبدیلی لے آئے ان کو چاہئے کہ ایک دن کے لیے وہ عوام کے درمیان گزار کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ایک عام آدمی کیا سوچتا ہے، اس کی نظر میں تبدیلی کیا ہے؟ ہمارا المیہ اس وقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو صاحبِ اقتدار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عوام کی خدمت کا موقع دیا ہے وہ لوگ اقتدار میں آ کر عوام کو فراموش کر دیتے ہیں، اور پھر جب ان کے پاس کچھ کرنے کا موقع نہیں رہتا تو پھر ان کا کام موجودہ حکومتوں پر محض تنقید کرنا رہ جاتا ہے۔

خدا کرے ہمارے حکمران اس مشکل دور میں عوام کے لیے کچھ کر سکیں ورنہ لکھنے والا جب اس دور کی تاریخ لکھے گا تو ان تمام کرداروں کا ذکر کہانی کے ہیرو کے بجائے اس ولن کا ہوگا جس کو کوئی پسند نہیں کرتا !!!